خدا تعالیٰ کے منشاء کے تحت تجویز شدہ جوڑوں کی برکات

(فرمودہ ۲- فروری ۱۹۳۰ء)

۲- فروری ۱۹۳۰ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسجد اقصیٰ قادیان میں مرزا عزیز احمد صاحب کا نکاح نصیرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے ساتھ بعوض پانچ ہزار مہر پر پڑھا۔ لہ

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں بے اطمینانی اور بے چینی جستجو سے پیدا ہوتی ہے جب ایک چیز کی انسان کو تلاش ہوتی ہے اور وہ میسر نہیں آتی تو اس کے دل میں بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے لیکن جب کسی انسان کو کوئی چیز میسر آجاتی ہے اور وہ اس کے لئے سہل الحصول ہوتی ہے تو اس میں غفلت اور سستی پیدا ہو جاتی ہے گو اسے بے اطمینانی اور بے چینی نہیں ہوتی۔ ایک مسلم اور غیر مسلم میں یہی فرق ہے کہ یوں تو سارے مذاہب کے لوگ ہی اپنے اپنے مقصد کے لئے کوشش کرتے ہیں ایک ہندو بھی کوشش کرتا ہے اپنی روحانی اصلاح کے لئے، ایک عیسائی بھی کوشش کرتا ہے روحانیت حاصل کرنے کے لئے، ایک یہودی بھی کوشش کرتا ہے خدا کا مقرب بننے کے لئے لیکن ایک مسلمان کے مقابلہ میں ان کی کوششوں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ ان کو دو جستجوئیں کرنی پڑتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ چیز کیونکر ملے گی اور دوسری یہ کہ وہ چیز مل جائے مگر مسلمان کے لئے یہ فیصلہ آج سے تیرہ سو سال قبل سے ہو چکا ہے کہ فلاں چیز اسے کیونکر ملے گی اس لئے اب اس کے لئے یہی کوشش باقی ہے کہ وہ چیز مل جائے اس لئے کوئی

مسلمان جو اسلام کو سمجھ کر مسلمان ہوتا ہے کسی حالت میں غیر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اس کے دل میں بے چینی اور بے اطمینانی نہیں ہوتی کیونکہ اس کی طرف سے جستجو کامل ہو چکی ہے اس کے لئے راہ کھل کر آسانی پیدا ہو چکی ہے اب اس کا صرف اتنا کام ہے کہ اس راہ پر چلے اور اس طریق پر عمل کرے۔

دوسرے لوگ جبکہ ابتدائی جستجو میں مشغول ہونے کی وجہ سے بے چینی اور بے اطمینانی محسوس کر رہے ہوتے ہیں ایک مسلمان مطمئن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤمن کا نام نفس مطمئنہ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَاۤ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ [2] اس جگہ نفس مطمئنہ مسلمان کا نام ہے۔ پس جو شخص صحیح طور پر اسلام لاتا ہے اور سمجھ کر اسلام کی پابندی اختیار کرتا ہے اسے جستجو کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تلاش اس کی طرف سے محمد ﷺ کر چکے اب اس کا کام صرف عمل کرنا ہے چنانچہ دیکھ لو ہمارے سارے کام، ہماری ساری تحریکات، ہمارے سارے اعمال ان سب کے لئے اسلام نے رستے بتا دیئے ہیں۔ روحانی امور کا سمجھنا چونکہ غیر مسلموں کے لئے مشکل ہے اس لئے موٹی باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اسلام میں ہر تحریک اور ہر کام کے لئے رستہ، ہر مشکل کا حل اور ہر کامیابی کا طریق بتا دیا گیا ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس وقت کے متعلق بتا دیا کہ کیا کرنا چاہئے جب جوان ہوتا ہے اس وقت کے کام کی تفصیل بتا دی جب بیاہ شادی کے قابل ہوتا ہے اس وقت کے متعلق ہدایات دے دیں۔ پھر جب میاں بیوی کی حیثیت میں ہوتے ہیں اس وقت کے لئے تفصیلی احکام بیان کر دیئے۔ پھر یہ احکام اس طرح کے نہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو بلکہ یوں ہیں کہ یہ کام کرو گے تو یہ فائدہ ہوگا اور نہ کرو گے تو یہ نقصان۔ اسی طرح فلاں کام کرنے سے یہ نقصان ہوگا اور اس کے نہ کرنے سے یہ فائدہ۔

غرض اسلام نے جستجو کا رستہ کھول کر بتا دیا ہے۔ اس وقت ایک بات کے متعلق میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ نکاح کا معاملہ ہے۔ نکاح کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے بعض آیات اس لئے منتخب فرمائیں کہ ان کے ذریعہ نکاح کے متعلق راہنمائی کریں اور ضروری احکام بتائیں۔ ان آیات میں ایسا طریق بتایا گیا ہے کہ جس پر چلنے سے نکاح بابرکت اور فائدہ بخش ہو سکتا ہے۔ اب ہمیں نکاح کو بابرکت بنانے کے لئے کسی طریق کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف یہ ضرورت ہے کہ اس طریق پر عمل کریں۔ اب یہ تو ممکن ہے کہ

کسی کو رستہ تو معلوم ہو مگر وہ اس پر چلے نہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ چلے لیکن اسے روکیں پیش آجائیں پھر یہ بھی ممکن ہے کہ روکیں بھی نہ ہوں لیکن کسی میں چلنے کی طاقت ہی نہ ہو۔ یہ سب کچھ ممکن ہے مگر پہلی کوفت اور پہلی مشقت کہ صحیح راستہ معلوم ہو یہ ہمارے رستہ میں نہیں ہے۔

پہلی بات نکاح کے متعلق جو رسول کریم ﷺ نے قرآن سے مستنبط کرکے بیان کی اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ○ ۳؎ کہ اے مؤمنو! اگر تم اپنے لئے نجات کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہو۔ اپنی ان تڑپوں اور آرزوؤں کو پورا کرنا چاہتے ہو جو نکاح سے وابستہ ہیں یاد رکھنا چاہئے جو آیت جہاں پڑھنے کا حکم ہے وہاں اسی موقع کے لحاظ سے اس کے معنے ہوتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جب کھانا کھانے کے وقت پڑھی جائے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں خدا کے نام سے کھانا کھانا شروع کرتا ہوں۔ جب قرآن کریم پڑھنے کے وقت پڑھی جائے اس وقت قرآن کریم کا پڑھنا مدنظر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔ نکاح کے موقع پر پڑھیں گے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم نکاح میں کامیابی اور برکات چاہتے ہیں تو اس کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اِتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اس رب اور اس پرورش کنندہ کو نجات کا ذریعہ بناؤ جس نے تم کو پیدا کیا۔

یہ سیدھی بات ہے کہ جب کوئی کسی چیز کو بناتا ہے تو وہ اس چیز کے لوازمات بھی پورے کرتا ہے جو شخص مکان بناتا ہے وہ اس کی دیواریں، چھت اور دیگر ضروریات پوری کرتا ہے۔ اسی طرح جو گھوڑا خریدتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ وہ سواری کرنے یا گاڑی میں لگانے کے قابل ہے یا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جو خالق کل شئی اور رب العالمین ہے اس کے متعلق کب امید کی جاسکتی ہے کہ وہ کوئی ایسا انسان پیدا کرے گا جس کی ضرورتیں پوری نہ کرے اس لئے کہا اِتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ۔ اسے تم کیوں ذریعہ نجات اور کامیابی نہیں بناتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ضروریات کی چیزیں موجود تو ہوتی ہیں لیکن ضرورت مند کو ان کا علم نہیں ہوتا۔ جیسے ایک شخص کسی کے ہاں مہمان جاتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اپنی

ضروریات کس طرح پوری کرے۔ اس کے لئے آرام پانے کا ذریعہ یہی ہوتا ہے کہ وہ صاحب مکان سے ضروریات کے متعلق دریافت کرے یا اگر کوئی ہوٹل میں جاتا ہے تو ہوٹل کے ملازمین سے اگر کوئی ریل میں ہوتا ہے تو سٹیشن والوں سے دریافت کرتا ہے کیونکہ جو کسی کام کو جاری کرنے والا ہوتا ہے اسی سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والی چیزیں کہاں سے میسر آسکتی ہیں۔ رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ میں یہ بتایا کہ ایسی چیزیں ہوسکتی ہیں کہ جن کا تمہیں علم نہ ہو مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ تمہاری کسی ضرورت کی چیزیں نہ ہوں اور کوئی ضرورت پوری کرنے کا سامان نہ ہو۔ پس اِتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ تم خدا کو کیوں ذریعہ نجات نہیں بناتے اس کی طرف جھک جاؤ اور اپنی ضرورتوں کے پورا ہونے کی اس سے التجاء کرو۔ اسے معلوم ہے کہ تمہاری کوئی ضرورت کہاں سے پوری ہوگی پس تمہیں جو بھی ضرورت حقہ ہو اس کے متعلق یہ نہ سمجھو کہ اسے پورا کرنے کے سامان ہی نہیں پیدا کئے گئے۔ سامان پیدا کئے گئے ہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اس کا علم نہ ہو۔ اس لئے جس نے تمہیں اور تمہاری ضرورتوں کے سامان پیدا کئے ہیں اسی کی طرف توجہ کرو۔

پھر فرمایا جانتے ہو! تمہارے رب نے تمہیں کس طرح پیدا کیا خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ یہاں اس بات پر زور دینے کی ضرورت نہ تھی کہ انسان کی ابتداء ایک انسان سے ہوئی یا دو سے کسی نے کہا ہے۔

مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

اسی طرح ہمیں اس سے کیا کہ انسان ابتداء میں ایک سے یا دو سے یا ہزار سے پیدا ہوا۔ اس سے نہ سائنس کو تعلق ہے اور نہ مذہب کو۔ سائنس بتاتی ہے کہ انسان کو کس طرح پیدا کیا گیا اور مذہب بتاتا ہے کہ کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا۔ پس یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ انسان کو ایک انسان سے پیدا ہونے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے بلکہ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے کہ تمام انسانوں میں قدر مشترک پائی جاتی ہے کیونکہ جو چیزیں ایک سے نکلیں گی ان سب میں ایک چیز مشترک طور پر پائی جائے گی۔ ایک بالی سے ہزار گیہوں کا دانہ نکلے تو ان سب کا مزہ ایک ہی ہوگا۔ اسی طرح مختلف قسم کے گیہوں کے دانوں میں بڑے چھوٹے ہونے اور تاثیرات میں فرق ہوگا۔ مگر پھر بھی ان میں اشتراک پایا جائے گا۔ اور جب ہم کہیں گے فلاں جنس کا بیج تو اس کے یہی معنے ہوں گے کہ اس

بیج سے اس قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں جس قسم کے اس جنس سے تعلق رکھتے ہیں تو خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ میں یہ بتایا کہ انسان میں باوجود اخلاق، عادات اور قابلیتوں میں اختلاف ہونے کے پھر اشتراک ہے اور ایک قسم کا اتحاد ہے جس میں سارے کے سارے انسان شریک ہیں پس خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ میں اس اشتراک کی طرف توجہ دلائی گئی۔ آگے وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا میں ایک نئی بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں زندگی کو کامیاب اور بآرام بنانے کے لئے دوسروں سے اشتراک کی ضرورت ہے وہاں تکمیل کے لئے دوسروں کو اپنے ساتھ ملانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ تکمیل جوڑے کے بغیر ناممکن ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے ہر چیز کا جوڑا ہے۔ پس تکمیل کے لئے جوڑا ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ جوڑے میں اپنے جوڑے سے کسی قدر اختلاف اور فرق پایا جائے تاکہ ایک دوسرے کی کمی کو پورا کردے ایک میں جو کمی ہو دوسرے میں اس کی زیادتی ہو اور جو دوسرے میں زیادتی ہو اس کی ایک میں کمی ہو۔ ایسی دو چیزوں کے ملنے سے جوڑا مکمل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جیسی اقسام کے مرد پیدا کئے ایسی ہی اقسام کی عورتیں بھی پیدا کیں۔ لیکن انسانی قوتیں اتنی محدود ہیں کہ کوئی انسان اپنی عقل سے اپنے لئے صحیح جوڑا تلاش نہیں کرسکتا۔ پھر انسان کے ساتھ ایسی شہوات لگی ہوئی ہیں کہ وہ ظاہر کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے چنانچہ جہاں مرد آپ عورتوں کا انتخاب کرتے ہیں وہاں زیادہ تر وہ شکل و شباہت، حسب و نسب، مال و دولت کا زیادہ خیال رکھتے ہیں اخلاق اور عمدہ عادات کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اس وجہ سے اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ یورپ میں ایسے واقعات بکثرت ہوتے رہتے ہیں کہ اجنبی آکر کسی ہوٹل میں شاندار طریق سے رہتا ہے۔ اس کی ظاہری حالت سے دھوکا کھا کر کوئی عورت اس کے جال میں پھنس جاتی ہے اور پھر سخت نقصان اٹھاتی ہے وہاں چونکہ عورت خود متولی ہوتی ہے اس لئے ظاہر سے دھوکا کھا کر پھنس جاتی ہے۔ لیکن یہاں عام طور پر ماں باپ رشتہ تلاش کرتے ہیں اس لئے وہ ایسی باتوں کے متعلق احتیاط کر لیتے ہیں جو لڑکی کے لئے بعد میں مصیبت کا باعث بن سکتی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ہر نفس کے لئے جوڑا بنایا ہے اور کوئی ایسا نفس نہیں جس کے لئے ویسا ہی جوڑا نہ ہو۔ صوفیاء نے تو لکھا ہے ارواح اپنے جوڑے کی تلاش میں پھرتی رہتی ہیں اور جب انہیں جوڑا مل جاتا ہے تب تسلی پاتی ہیں۔ صوفیاء علم روحانی کے ماہر تھے اس لئے انہوں نے روح کے متعلق یہ حقیقت بیان کی۔ آج کل

جو علم النفس کے ماہر ہیں ان کا خیال ہے کہ جب کوئی شادی کامیاب ہوتی ہے تو اس لئے کامیاب ہوتی ہے کہ وہ صحیح جوڑا ہوتا ہے اور جب کوئی شادی ناکام ہوتی ہے تو اس لئے کہ وہ اصلی جوڑا نہیں ہوتا۔ وہ عارضی جوش اور شہوت کی وجہ سے ایک دوسرے سے تعلق پیدا کرلیتے ہیں۔ یہ یورپ والوں کا تجربہ ہے وہ کہتے ہیں جب کسی اجنبی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس لئے کہ روح کو روح سے ایک قسم کا اتصال ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر طرفین کو احساس ہونے لگتا ہے کہ انہوں نے غلطی کی اس وجہ سے وہ متحد نہیں رہ سکتے۔ اصل اتحاد اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حقیقی جوڑا مل جائے۔ غرض خدا تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے جوڑا یا جوڑے مہیا کئے ہیں مگر ان کی طرف انسانی عقل راہ نمائی نہیں کرسکتی۔ اس کے لئے ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ اِتَّقُوْا رَبَّكُمُ کو اپنی نجات کا ذریعہ بناؤ۔ اس سے دعا کرو کہ صحیح جوڑا مل جائے۔

یہی وجہ ہے کہ الہامی جوڑے نہایت بابرکت ہوتے ہیں رسول کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رؤیا میں دکھائی گئیں کہ ان سے آپ کی شادی ہوگی۔ بظاہر کس قدر اختلاف کا مقام تھا کہ بڑی عمر کے مرد کی چھوٹی عمر کی عورت سے شادی تجویز ہوئی تھی اور سمجھا جاسکتا تھا کہ اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔ آج کل شاردا ایکٹ کا سارا دارومدار ہی اس پر ہے کہ اس کے حامی کہتے ہیں چھوٹی عمر کی لڑکی کی شادی بڑی عمر کے مرد سے نہیں کرنی چاہئے۔ شاردا ایکٹ میں لڑکی کے جوان ہونے کی شرط رکھی گئی ہے تاکہ جب وہ جوان ہو جائے گی تو خود بڑی عمر والے سے شادی کرنے سے انکار کرسکے گی۔ لیکن دنیا کی تمام شادیاں جن میں عمر کا ناگوار تفاوت نہ ہو، عین جوانی میں ہوئی ہوں، مال و دولت، آرام و آسائش کے سارے سامان انہیں میسر ہوں کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت محمد ﷺ کی شادی کے مقابلہ میں رکھی جاسکے۔ کیا کسی ایک شادی میں بھی وہ محبت اور فدائیت پائی جاتی ہے جو محمد ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو محمد ﷺ سے تھی؟ باوجود اپنے انتخاب کے، عمر میں تفاوت نہ ہونے کے اور ایک دوسرے کے ساتھ پہلے سے محبت رکھنے کے جو شادیاں ہوئیں ان میں برکت نہ ہوئی۔ لیکن رسول کریم ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ایسی برکت ہوئی جو اور کسی کو حاصل نہ ہوسکی اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کے تفکرات دور کرنے اور اس کے مقصد میں اسے مدد دینے کے لئے صحیح جوڑا رؤیا میں دکھا دیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ یہ جوڑا کیسا

بابرکت ہوا۔ رسول کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ان خوبیوں اور نیکیوں اور تقویٰ کی وجہ سے تھی جن کے باعث خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے رسول کے لئے چنا تھا نہ کہ ظاہری شکل و صورت کی وجہ سے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا رسول کریم ﷺ نے ان سے ازراہ محبت فرمایا اگر اسی سردرد اور میری زندگی میں تمہاری وفات ہو جاتی تو میں تمہارے لئے استغفار کرتا۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے بھی از راہ ناز نہ کہ عدم محبت کی وجہ سے کہا آپ چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں؟ مرد کیا ہے ایک عورت مرجائے تو اس کے لئے دوسری موجود ہوتی ہیں۔ ؎ آپؐ نے فرمایا یہ نہیں۔ میں تو خود دردسر میں مبتلاء ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ابوبکرؓ کو بلا کر وصیت کردوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ سے عشق اور محبت کا پتہ لگانا ہو تو اس پر غور کرو کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۹ سال یا ۲۱ سال کی ہوگی۔ یہ عمر عورت کے لئے عین جوانی کی عمر ہوتی ہے یورپین عورت کے لئے تو شادی کرنے کی یہ عمر سمجھی جاتی ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ ایک عورت جسے یہ معلوم ہو کہ اس سے ایک ایسے شخص نے شادی کی جس کی عمر وفات کے قریب پہنچی ہوئی تھی اور پھر وہ محسوس کرے کہ اسے اب ساری عمر بیوگی میں گزارنی ہوگی (کیونکہ رسول کریم ﷺ کی بیویوں کے لئے دوسری شادی کا موقع نہ تھا) اگر اس میں چٹان کی طرح مضبوط اور پہاڑ کی طرح عظیم الشان ایمان نہ ہوتا تو اسے یہ شکوہ ہوتا کہ اس سے نہ صرف بڑی عمر میں شادی کی گئی بلکہ ایسی شادی کی گئی جس کے بعد وہ دوسری شادی نہیں کرسکتی۔ اس وجہ سے اس کے دل میں بے حد کینہ اور بغض پیدا ہو سکتا تھا۔ ہندو عورتوں کو دیکھ لو جنہیں دوسری شادی کرنے سے روکا جاتا ہے ان میں اپنے خاندان اور رشتہ داروں سے اس قدر بغض پیدا ہو جاتا ہے کہ ہزاروں اپنے گھروں سے نکل کر اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسلمانوں سے شادی کرلیتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساری عمر انہوں نے رسول کریم ﷺ کی یاد اور آپؐ کی محبت میں گزار دی۔ حدیث میں آتا ہے آپؓ کوئی اچھی چیز نہ کھاتی تھیں کہ رسول کریم ﷺ کو یاد کرکے آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ نکل آتے ہوں۔ ایک دفعہ میدہ کی روٹی کھانے لگیں تو آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہوگئے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا۔ آپ نے فرمایا اس لئے آنسو نکل آئے ہیں کہ خیال آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اس قسم

کے سامان نہ تھے۔ ہم جَو کوٹ کاٹ کر اس کی روٹی بناتے اور وہی رسول کریم ﷺ کو کھلا دیتے۔ آج اگر آپؐ زندہ ہوتے تو ایسی روٹی آپ کو کھلاتے۔ ۵؎ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بقیہ زندگی میں اگر کوئی چیز لطف دینے والی تھی تو وہ رسول کریم ﷺ کا ذکر ہی تھا۔ اور آپ کو ساری زندگی میں یہی خواہش رہی کہ کاش رسول کریم ﷺ کے آرام و آسائش کے لئے آپ مزید قربانی کا موقع پاسکتیں۔

یہ خدا کا چنا ہوا جوڑا تھا جسے ایسی برکت حاصل ہوئی۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک جوڑا بابرکت ہوا جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے چنا۔ آپؑ کو خدا تعالیٰ نے شادی سے پیشتر اس شادی کے بابرکت ہونے کی اطلاع الہام کے ذریعہ دی۔ اس خاندان کے بابرکت ہونے کی خبر دی اور پھر فرمایا یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ ۶؎ یہ شادی کی طرف ہی اشارہ تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ جیسے آدم کے لئے جنت تھی اسی طرح تیرے لئے بھی جنت ہے مگر اس حوا نے تو آدم کو جنت سے نکلوایا تھا لیکن یہ حوا جنت کا موجب ہوگی۔

مجھے خوب یاد ہے اس وقت تو برا محسوس ہوتا تھا لیکن اب اپنے زائد علم کے ماتحت اس سے مزا آتا ہے۔ اس وقت میری عمر بہت چھوٹی تھی مگر یہ خدا کا فضل تھا کہ باوجودیکہ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ نہ تھی۔ جب سے ہوش سنبھالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کامل یقین اور ایمان تھا۔ اگر اس وقت والدہ صاحبہ کوئی ایسی حرکت کرتیں جو میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے شایاں نہ ہوتی تو میں یہ نہ دیکھتا کہ ان کا میاں بیوی کا تعلق ہے اور میرا ان کا ماں بچہ کا تعلق ہے بلکہ میرے سامنے پیر اور مرید کا تعلق ہوتا حالانکہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کچھ نہ مانگتا تھا۔ والدہ صاحبہ ہی میری تمام ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ باوجود اس کے والدہ صاحبہ کی طرف سے اگر کوئی بات ہوتی تو مجھے گراں گزرتی۔ مثلاً خدا کے کسی فضل کا ذکر ہوتا تو والدہ صاحبہ کہتیں میرے آنے پر ہی خدا کی یہ برکت نازل ہوئی ہے۔ اس قسم کا فقرہ میں نے والدہ صاحبہ کے منہ سے کم از کم سات آٹھ دفعہ سنا اور جب بھی سنتا گراں گزرتا۔ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی سمجھتا لیکن اب درست معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس فقرہ سے لذت پاتے تھے کیونکہ وہ برکت اسی الہام کے ماتحت ہوتی کہ یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ ایک آدم تو نکاح کے بعد جنت سے نکالا گیا تھا لیکن اس زمانہ کے آدم کے

لئے نکاح جنت کا موجب بنایا گیا ہے چنانچہ نکاح کے بعد ہی آپ کی مأموریت کا سلسلہ جاری ہوا۔ خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں کرائیں اور آپ کے ذریعہ دنیا میں نور نازل کیا اور اس طرح آپ کی جنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلے آدم کے لئے جو جوڑا منتخب کیا گیا وہ صرف جسمانی لحاظ سے تھا مگر اس آدم کے لئے جو چنا گیا یہ روحانی لحاظ سے بھی تھا اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ۔ [5] ارواح میں ایک دوسرے سے نسبت ہوتی ہے جب ایسی ارواح مل جائیں تو ان کے جوڑے بابرکت ہوتے ہیں۔ پس مؤمن کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے اور اپنی رائے پر انحصار نہ رکھے۔ اسے کیا پتہ ہے کہ جس چیز کو وہ اچھا سمجھتا ہے وہ دراصل بری ہے اور جو اسے بری نظر آتی ہے وہ اس کے لئے اچھی ہے۔

میرے لئے آج اس خطبہ کی طرف توجہ دلانے کی وجہ یہ ہے کہ میں بتانا چاہتا ہوں۔ ایک جوڑا خدا تعالیٰ نے پہلے چنا تھا اور ایک اب چنا گیا ہے۔ اس وقت میں جس نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں اس میں لڑکا اور لڑکی ان دونوں خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں جس کے جوڑے کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

گو واں نہیں پہ واں سے نکالے ہوئے تو ہیں کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

اگر کعبہ سے نکالا ہوا بت کعبہ کی نسبت پر فخر کر سکتا ہے تو جو نہ نکالا ہوا ہو اسے تو یقیناً فخر کرنے کا حق حاصل ہے اور جب کہ اتفاق سے نسبت بھی وہی قائم ہے کہ لڑکا اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس خاندان کے فرد کو خدا تعالیٰ نے آدم کہا تھا اور لڑکی اس خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس کی خاتون کو خدا تعالیٰ نے حوا قرار دیا اس لئے ہمیں اسے نیک شگون سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے امید رکھنی چاہئے کہ وہ اس نکاح کو بابرکت کرے گا۔ اور اس جوڑا کو بھی جنت کی زندگی عطا کرے گا۔ اس وقت میں مرزا عزیز احمد صاحب کے نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں جو کہ نصیرہ بیگم بنت میر محمد اسحٰق صاحب سے قرار پایا ہے مرزا عزیز احمد صاحب گو پچھلے عرصہ میں قادیان کم آتے رہے ہیں اور جب آتے بھی ہیں تو بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں۔ یہ نہیں کہ مجھ سے نہیں ملتے بلکہ باقی جماعت کے لوگوں سے سوائے اپنے چند احباب کے کم ملتے ہیں مگر ساری جماعت کے لوگ ان سے واقف ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے پوتے ہیں اور انہیں ایک فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جب ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب کو سلسلہ کے متعلق اظہار خیال کا موقع نہ ملا تھا اس وقت انہوں نے بیعت کی تھی۔ اگرچہ ان کی اس وقت کی بیعت میں اساتذہ کا بہت کچھ دخل تھا اور خود میرا بھی دخل تھا۔ میرے ذریعہ ہی ان کی بیعت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بیعت کے متعلق سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ سے بہت محبت تھی۔ جب خاندان میں بہت مخالفت تھی اور آنا جانا بھی بند تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے عزیز احمد کی والدہ کئی بار آتی جاتی ہیں اور روتی رہتی ہیں کہ لوگوں نے خاندان میں یہاں تک تفرقہ ڈال دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مل بھی نہیں سکتے۔

دوسرا خاندان میر صاحب کا ہے جن سے ساری قادیان واقف ہے۔ واقف تو مرزا عزیز احمد صاحب سے بھی ہے مگر میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ اس نقص کی اصلاح کرلیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوست اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں گے۔ میں پانچ ہزار روپیہ مہر پر اس نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

(الفضل ۷۔ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۸ تا ۱۱)

۱؎ الفضل ۷۔ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۱
۲؎ الفجر : ۲۹، ۲۸
۳؎ النساء : ۲
۴؎ مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۲۸
۵؎ ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ النبی ﷺ واھلہ
۶؎ تذکرہ صفحہ ۷۰۔ ایڈیشن چہارم
۷؎ بخاری کتاب بدء الخلق باب الارواح جنود مجندۃ۔